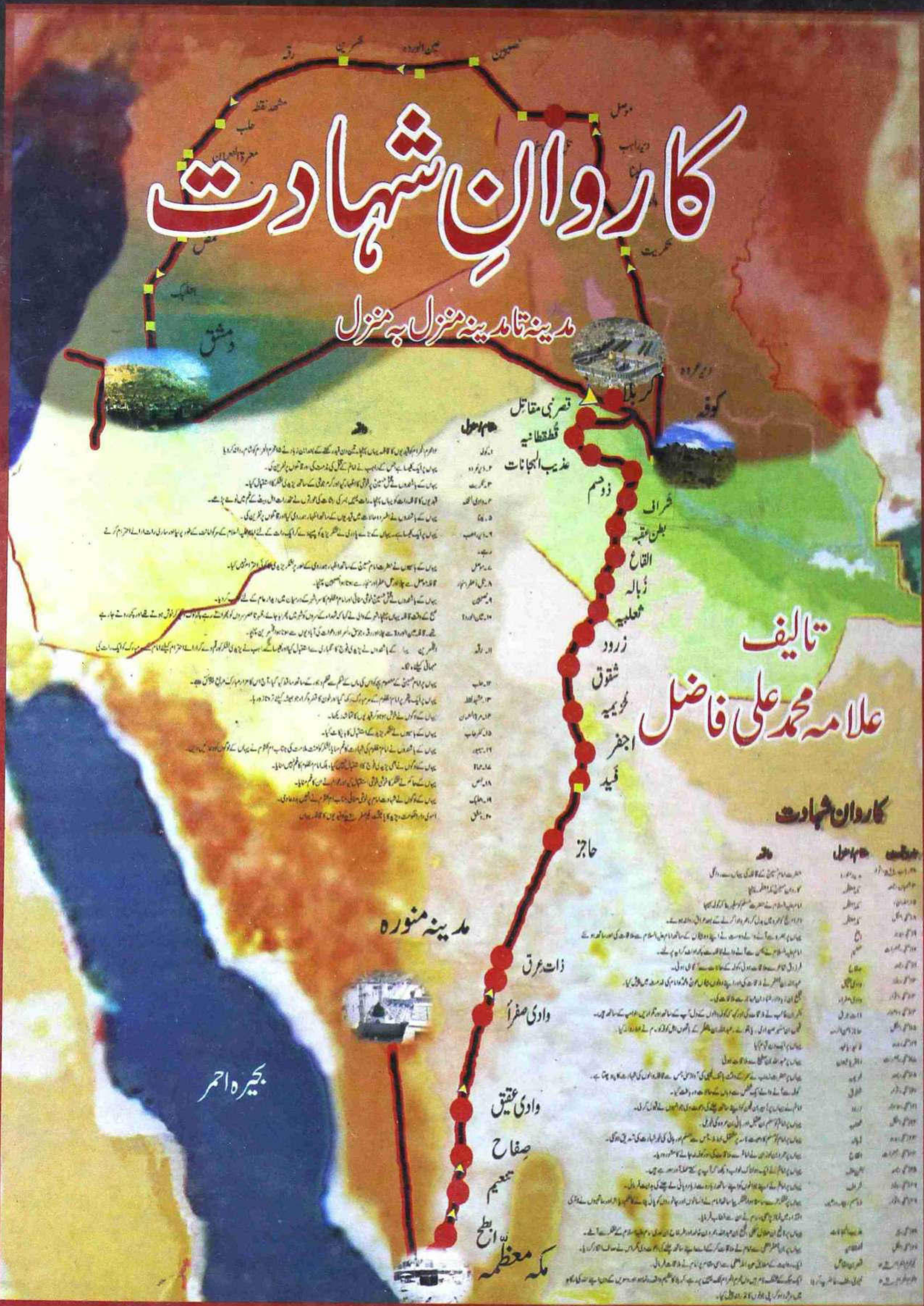
کاروانِ شہادت

مدینہ تا مدینہ منزل بہ منزل

تالیف

علامہ محمد علی فاضل



قال سیّد الشّہدآء ابوعبد اللہ الحسین علیہ السلام :

............اِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِی اُمَّۃِ جَدِّی ....

کاروانِ شہادت

مدینہ تا مدینہ، منزل بہ منزل

HadiTV

تالیف

حُجَّۃُ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْن علّامہ محمّد علی فاضل مُدَظِلّہ العالی

ناشر:

مکتبۃ الہادی

جامعۃ الکوثر۔ اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف کتاب

نام کتاب: کاروانِ شہادت، مدینہ تامدینہ، منزل بہ منزل
تالیف: حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد علی فاضل
پیشکش: ہادی ٹی وی اسلام آباد مرکز
ناشر: مکتبۃ الہادی _ جامعۃ الکوثر اسلام آباد
تعاون: جامعہ امام جعفر صادق علیہ السلام (رجسٹرڈ)
راجن پور، پنجاب پاکستان
فنی تعاون: مہدی فاضل
ملنے کا پتہ: مکتبۃ الہادی۔ جامعۃ الکوثر سیکٹر H-8/2
اسلام آباد فون: 0333-6446072

اشاعت دوم: 2010ء
ہدیہ: 350/- روپے

اگر تم کر سکتے ہو کہ ایسی جگہ پہنچ جاؤ جہاں پر میری صدائے استغاثہ تمہارے کانوں تک نہ پہنچ سکے، اور نہ ہی تم ہماری جنگ کا مشاہدہ کر سکو تو ایسا ہی کرو، کیونکہ خدا کی قسم، اگر کوئی شخص ہماری صدائے استغاثہ کو سنے اور ہماری مدد کو نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا''۔

مگر افسوس کہ عبید اللہ بن حر جعفی نے امام مظلوم کی نصیحت آمیز باتوں سے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی اور آپ کی نصرت کیلئے حامی نہیں بھری، لیکن بعد میں مرتے دم تک اپنے اس کردار پر افسوس کرتا رہا اور امامؑ کی معیت میں شہادت کے عظیم مرتبہ سے محرومی پر حسرت وندامت اور پشیمانی کے آنسو بہاتا رہا اور اس کا اظہار اس نے اشعار کی صورت میں کچھ یوں کیا ہے:

فَیَا لَکِ حَسْرَۃً مَّا دُمْتُ حَیًّا ۔۔۔ تُرَدِّدُ بَیْنَ صَدْرِی وَالتَّرَاقِی
حُسَیْنٌ حِیْنَ یَطْلُبُ نَصْرَ مِثْلِی ۔۔۔ عَلٰی اَھْلِ الْعَدَاوَۃِ وَالشِّقَاقِ
حُسَیْنٌ حَیْثُ یَطْلُبُ بَذْلَ نَصْرِی ۔۔۔ عَلٰی اَھْلِ الضَّلَالَۃِ وَالنِّفَاقِ
لَوْ اَنِّی اُوَاسِیْہِ بِنَفْسِی ۔۔۔ لَنِلْتُ کَرَامَۃً یَوْمَ التَّلَاقِ

آہ! سخت افسوس اور حسرت جب تک میں زندہ رہوں گا، میرے سینے اور گلے کے درمیان مجھے بے قرار کرتی رہے گی۔

جس وقت کہ حسینؑ مجھ سے اپنے ظالم دشمنوں کے خلاف مدد طلب کر رہے تھے۔

جس وقت کہ حسینؑ گمراہ اور منافق دشمن سے لڑنے کیلئے مجھ سے امداد کا تقاضا کر رہے تھے۔

اے کاش کہ میں اس دن دل و جان سے امامؑ کے ساتھ ہمدردی کا عملی مظاہرہ کرتا تو بروز قیامت مجھے عظیم شرف عطا ہوتا۔

عمرو بن قیس کو جواب:

(ثواب الاعمال وعقاب الاعمال شیخ صدوق'' ص ۳۰۹، ۳۰۸، رجال کشی ص ۴۷) کے مطابق، عمرو بن قیس مشرقی کہتا ہے کہ اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ ابھی ''قصر بنی مقاتل'' ہی میں تھے، امامؑ کو سلام کیا، میرے چچازاد بھائی نے امام سے پوچھا:

''آپ کی ریش اقدس کا رنگ اس قدر سیاہ ہے، آیا قدرتی ہے یا خضاب کیا ہوا ہے؟''

۲۴۔ نینویٰ
(بدھ، یکم / محرم الحرام ۶۱ھ)

______ (معجم البلدان ج ۵ ص ۳۳۹، انساب الاشراف جلد ۳ ص ۱۸۵، تاریخ طبری جلد ۵ ص ۴۰۷، طبری جلد ۷ ص ۳۰۶، کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۲۸۲، مقتلِ خوارزمی جلد ۱ ص ۲۲۶، طبقات ابن سعد میں ہے کہ

کربلا کے نزدیک ایک آبادی کا نام ''نینویٰ'' ہے، جہاں آپ بدھ، ۲/ محرم الحرام ۶۱ھ کو پہنچے، عقبہ بن سمعان کہتے ہیں کہ: ''حضرت امام حسین علیہ السلام نے قصر بنی مقاتل سے روانہ ہوتے وقت حکم دیا کہ اپنے ساتھ پانی کی مشکیں بھر لیں اور اگلی منزل کے سفر کیلئے تیار ہو جائیں، چنانچہ قافلہ چل پڑا دورانِ سفر ایک موقعہ پر حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام نے ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ '' کے کلمات کو دو تین مرتبہ دہرایا، یہ سن کر امامؑ کے دلیر، شجاع اور ہم شکل پیغمبرؐ فرزند، شہزادہ علی اکبر علیہ السلام نے آگے بڑھ کر والدِ گرامی کی خدمت میں عرض کیا:

''بابا جان میں آپ کے قربان جاؤں، آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ بھی پڑھا اور ساتھ ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بھی فرمایا، اس کی کیا وجہ ہے؟''

امام عالی مقامؑ نے فرمایا:

''اِنِّیْ خَفَقْتُ بِرَأْسِیْ، فَعَنَّ بِیْ فَارِسٌ وَّهُوَ يَقُوْلُ ''اَلْقَوْمُ يَسِيْرُوْنَ، وَالْمَنَايَا تَسْرِیْ اِلَيْهِمْ، فَعَلِمْتُ اَنَّهَا اَنْفُسَنَا نُعِيَتْ اِلَيْنَا''

میں نے اپنا سر زین کی کونچ پر رکھا ہوا تھا کہ مجھے اونگھ آ گئی، اسی دوران ایک شخص کو دیکھا جو گھوڑے پر سوار تھا اور کہہ رہا تھا: ''یہ لوگ رات کے اس حصے میں سفر کر رہے ہیں جبکہ موت ان کی جانب چلی جا رہی ہے'' جس سے میں نے سمجھ لیا کہ یہ ہماری موت کی خبر ہے۔

یہ سن کر حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا:

بابا جان ''لَا اَرَاکَ اللّٰهُ بِسُوْءٍ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ؟ '' خدا کرے کبھی بدی کا منہ نہ دیکھیں آیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

تو امامؑ نے فرمایا:

''یقیناً ہم حق پر ہیں اور حق سے ایک قدم بھی ہٹے ہوئے نہیں ہیں''

علی اکبرؑ نے عرض کیا:

''اِذاً لَّا نُبَالِیْ اَن نَّمُوْتَ مُحِقِّیْنَ ''اگر ہم حق پر ہیں تو پھر موت کا کیا غم؟

اپنے خوبصورت بیٹے کا خوبصورت جواب سن کر امامؑ نے اپنے جوان کو دعا دی اور فرمایا:

''جَزَاکَ اللّٰہُ مِنْ وَّلَدٍ خَیْرَ مَا جَزیٰ وَلَدًا عَنْ وَّالِدِہٖ ''خداوند عالم تمہیں جزائے خیر دے ایسی بہترین جزا جو کسی باپ کی طرف سے کسی بیٹے کو عطا کرتا ہے۔

بہر حال، اسی دوران سپیدہ سحر نمودار ہوا، سب نے اسی جگہ پر نمازیں ادا کیں اور پھر فوراً سفر کیلئے روانہ ہو گئے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۴ص ۵۱) میں درج ہے کہ، حر چاہتے تھے کہ امام عالیمقامؑ کو کوفہ لے چلیں، مگر امامؑ نے ادھر جانے سے انکار کر دیا، اسی کشمکش میں چاشت کا وقت ہو گیا اور قافلہ بھی سرزمین ''نینویٰ'' میں پہنچ گیا اور یہ بدھ کا دن محرم الحرام ۶۱ ھ کی دو تاریخ تھی، اسی اثنا میں ناگاہ ایک سوار دور سے آتا ہوا دکھائی دیا، جو کوفہ سے آرہا تھا اور مسلح تھا، سب رک کر اسے دیکھنے لگے، جونہی وہ ان کے قریب پہنچا تو اس نے حر اور ان کے ساتھیوں کو سلام کیا لیکن حسین علیہ السلام اور آپ کے کسی ساتھی کو سلام نہیں کیا، اس نے ابن زیاد کی طرف سے ایک خط حر کو دیا، جس میں تحریر تھا کہ:

''جَعْجِعْ بِالْحُسَیْنِ حِیْنَ تَقْرَأُ کِتَابِیْ وَلَاتُنْزِلْہُ اِلَّا بِالْعَرَآءِ عَلیٰ غَیْرِ مَآءٍ وَّغَیْرِ حِصْنٍ''

یعنی جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو حسینؑ کو وہیں پر روک لو اور جتنا ہو سکے اس پر سختی سے کام لو، اسے ایسے بے آب و گیاہ بیابان میں اترنے پر مجبور کرو جہاں اس کے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہ ہو، اور میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تم سے اس وقت تک جدا نہ ہو جب تک وہ میرے اس خط پر تمہاری طرف سے عملدرآمد کرنے کی خبر نہ لائے، والسلام۔

(مثیر الاحزان ص ۴۸) میں ہے کہ، عبداللہ بن سمعان سے منقول ہے کہ جب ہم ''نینویٰ'' کے قریب پہنچے تو بنی کندہ کا ایک شخص جس کا نام ''مالک بن بشیر'' یا بقولے ''مالک بن نسیر'' تھا آن پہنچا اور ابن زیاد کا خط حر کو دیا۔

''ابوالشعثاء کندی'' نے جب اس کی طرف دیکھا تو اس کا چہرہ دیکھ کر اسے پہچان لیا اور کہا کہ ''تم مالک بن نسیر نہیں ہو'' اس نے کہا کہ ''ایسا ہی ہے'' کیوں کہ اس کا تعلق بھی بنی کندہ سے تھا۔

(نفس المہموم ص ۲۰۴) کے مطابق، ابوالشعثاء نے کہا: ''تمہاری ماں تمہارا غم منائے، کیا لائے ہو'' اس نے کہا: ''کیا لایا ہوں؟'' میں نے اپنے امام کے فرمان پر عمل کیا ہے اور اس کی بیعت کا وفادار ہوں!'' ابوالشعثاء بولے ''اپنے امام

عرض کی: ''اسے ''عقر'' کہتے ہیں!''

یہ سن کر امام عالی مقامؑ نے فرمایا:

''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْعُقْرِ ''یعنی عقر سے خدا کی پناہ!!

(یاد رہے کہ ''عقر'' کئی جگہوں کیلئے بولا جاتا تھا، جن میں سے ایک یہ جگہ ''عقر بابل'' بھی ہے جو کربلا کے نزدیک تھی)

اس کے بعد امامؑ نے حر سے فرمایا: ''ذرا اس سے اور آگے چلتے ہیں''

حر نے بات مان لی اور یہ قافلہ تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک جگہ رک گیا، امامؑ نے پوچھا: ''اس جگہ کا کیا نام ہے؟

جواب دیا گیا اسے ''طف'' کہتے ہیں''

امام نے پوچھا کوئی اور نام؟ تو کئی نام بتائے گئے، آخر میں ایک نے کہا: ''اسے کربلا بھی کہتے ہیں!'' یہ سن کر امامؑ نے فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَرْبِ وَالْبَلَا''

خداوندا میں کرب اور بلا سے تیری پناہ مانگتا ہوں

پھر فرمایا:

''یہی ہمارے اترنے کی جگہ ہے، خدا کی قسم اسی جگہ پر ہماری قبریں بنیں گی، خدا کی قسم یہی جگہ قیامت کے دن ہمارے محشور و منشور ہونے کی ہے، یہی میرے جد بزرگوار جناب رسول خدا کی بتائی ہوئی وعدہ گاہ ہے اور اس کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں ہوسکتی، لہٰذا یہیں پر اتر جاؤ''

سرزمین کربلا میں ورود
(جمعرات ۲/ محرم ۶۱ھ)

(مراصد الاطلاع جلد ۳ ص ۱۱۵۴ میں ہے کہ) امام عالیمقامؑ کے حکم کے مطابق اللہ والوں کا یہ کاروان شہادت سرزمین کربلا میں جمعرات کے دن ۲ محرم الحرام ۶۱ھ کو اتر گیا۔

___ کربلا ایک جگہ کا نام ہے جہاں پر حسین بن علیؑ کو شہید کیا گیا، کوفہ کے نزدیک واقع، دریائے فرات کے قرب میں بے آب و گیاہ مقام ہے۔

امامؑ نے حکم دیا کہ اس زمین کی کچھ مٹی مجھے اٹھا کر دو، اس سرزمین کی مٹی آپ کو اٹھا کر دی گئی، آپ نے اسے سونگھا پھر اپنے گریبان سے تھوڑی سی خاک نکالی اور فرمایا:

''یہ وہی مٹی ہے جو جبرائیل امین پروردگار عالم کے حکم سے میرے

نانا رسولؐ کی خدمت میں لائے، اور کہا:

''یہ خاکِ کربلا ہے حسینؑ کی قبر کی مٹی ہے''

پھر آپ نے وہ مٹی اس خاک کے ساتھ ملا کر فرمایا:

''دونوں کی خوشبو ایک جیسی ہے''

تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی میں ہے کہ:

''حضرت امام حسین علیہ السلام نے پوچھا کہ:

''اس سرزمین کا نام کیا ہے؟''

تو بتایا گیا کہ ''کربلا''

یہ سن کر آپ رو دیئے اور فرمایا:

''اَرْضُ کَرْبٍ وَّبَلَا'' مصیبتوں اور آزمائشوں کی سرزمین

پھر کہا کہ: ''نانی ام سلمہ نے مجھے بتایا تھا کہ:

''حسینؑ! جبرائیلؑ تمہارے نانا رسولؐ کے پاس آئے اور اس وقت تم میری گود میں تھے کہ اچانک رونا

شروع کردیا، رسول خداؐ نے فرمایا: ''میرے بیٹے کو چھوڑ دو!!'' میں نے تمہیں چھوڑ دیا، رسول خدا نے تمہیں اپنی آغوش میں بٹھالیا، جبرائیل نے پوچھا کہ

''یارسول اللہؐ! آپ اس بچے کو بہت دوست رکھتے ہیں؟''

تو رسالتمآبؐ نے فرمایا: ''یقیناً دوست رکھتا ہوں''

یہ سن کر جبرائیل امین نے کہا:

''یارسول اللہؐ! آپ کی امت اس بچے کو شہید کردے گی! اگر آپ چاہتے ہیں تو وہ مٹی بھی آپ کو دکھا سکتا ہوں جہاں کی سرزمین پر اسے شہید کردیا جائے گا!'' تو رسولِ پاکؐ نے فرمایا: ''ضرور دکھاؤ!'' 'پس جبرائیل نے رسول خداؐ کو کربلا کی زمین دکھائی!''

چنانچہ (الامام الحسین واصحابہ ص ۱۹۷) میں ہے کہ جب امام علیہ السلام کو لوگوں نے کہا کہ یہ زمینِ کربلا ہے، تو آپ نے اس کی مٹی کو اٹھا کر سونگھا اور فرمایا:

''یہ وہی زمین ہے جس کی خبر جبرائیل نے میرے نانا رسولؐ کو دی تھی اور کہا تھا کہ میں اس سرزمین میں شہید کردیا جاؤں گا''

ایک اور روایت (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۴۷) میں درج ہے کہ

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

''یہ کرب اور بلا کی سرزمین ہے، یہیں پر رک جاؤ، آگے مت چلو، یہاں پر ہمارے اونٹوں کو بٹھانے کی جگہ ہے، یہاں ہمارے خون بہانے کی جگہ ہے، خدا کی قسم، اس جگہ پر ہماری حرمت کو پامال کیا جائے گا، ہمارے نونہالوں کو تیروں اور تلواروں کا نشانہ بنایا جائے گا، یہاں پر ہماری قبروں کی زیارت کی جائے گی، میرے نانا رسول اللہ (ص) نے بھی اسی جگہ کو وعدہ گاہ قرار دیا تھا، جس سے روگردانی ممکن نہیں''

بہر حال امام علیہ السلام نے سرزمین کربلا میں اترنے کا حکم دیا، سب لوگ سواریوں سے اترے سامان اتارا، اور ساتھ ہی حر بھی یہاں سے کچھ فاصلے پر امام کے مقابل اتر پڑا۔

۲/محرم
بروز جمعرات

(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۴۷ میں درج ہے کہ) آج کے دن کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے نزول اجلال فرمانے کے ساتھ ہی حر نے ابن زیاد کو خط لکھ کر آپ کے کربلا پہنچ جانے کی اطلاع روانہ کردی۔

بارگاہِ خداوندی میں امامؑ کی دعا:

(مقتل الحسین مقرم ص ۱۹۳ میں ہے کہ) سرزمین کربلا میں پہنچ کر امام عالیمقام نے اپنے اعزاء واقارب کو ایک جگہ جمع کیا، پھر ان کی طرف دیکھ کر رو دیئے، اور بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا عِتْرَۃُ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ قَدْ اُخْرِجْنَا وَطُرِدْنَا وَ اُزْعِجْنَا عَنْ حَرَمِ جَدِّنَا، وَ تَعَدَّتْ بَنُوْ اُمَیَّۃَ عَلَیْنَا، اَللّٰھُمَّ فَخُذْ لَنَا بِحَقِّنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ"

بارالہا! ہم تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہیں، ہمیں ہمارے جدامجد کے حرم سے نکال دیا گیا ہے، بنی امیہ نے ہمارے حق میں ظلم و جفا سے کام لیا ہے، بارِ خدایا! تو ہی ان ظالموں سے ہمارا حق واپس لے اور ہمیں ظالم و ستمگار لوگوں پر نصرت و فتح عطا فرما!

(وقائع الایام خیابانی ص ۱۷۱ میں درج ہے کہ) اتنے میں امام مظلوم کی خواہر مظلومہ حضرت ام کلثومؑ نے اپنے بھائی سے عرض کیا "اے برادر! مجھے اس وادی میں عجیب احساس ہو رہا ہے، غم کے ہولناک سائے میرے دل پر چھا گئے ہیں" یہ سن کر امام عالی مقام نے اپنی بہن کو تسلی دی۔

امامؑ کا خطبہ:

(بحارالانوار جلد ۴۴، منقول از تحف العقول، تاریخ طبری، مثیر الاحزان، ابن عساکر، مقتل خوارزمی، لہوف) میں ہے کہ، کربلا میں پہنچنے کے بعد حضرت امام عالیمقام حسین علیہ السلام نے اپنے یار و انصار اور اہلِ بیتؑ و بنی ہاشم کے افراد کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ نَزَلَ بِنَا مَاقَدْ تَرَوْنَ، وَاِنَّ الدُّنْیَا قَدْ تَغَیَّرَتْ وَتَنَکَّرَتْ وَاَدْبَرَ مَعْرُوْفُھَا وَلَمْ یَبْقَ مِنْھَا اِلَّاصُبَابَۃٌ کَصُبَابَۃِ الْاِنَآءِ وَخَسِیْسَ عَیْشٍ کَالْمَرْعَی الْوَبِیْلِ۔

اَلَاتَرَوْنَ اِلَی الْحَقِّ لَایُعْمَلُ بِہٖ وَاِلَی الْبَاطِلِ لَا یُتَنَاھٰی عَنْہُ لِیَرْغَبَ الْمُؤْمِنُ فِی لِقَآءِ اللّٰہِ ،فَاِنِّی لَااَرَی الْمَوْتَ اِلَّاسَعَادَۃً وَّلَاالْحَیَاۃَ مَعَ الظَّالِمِیْنَ اِلَّابَرَمًا.

اَلنَّاسُ عَبِیْدُ الدُّنْیَا وَالدِّیْنُ لَعِقٌ عَلٰی اَلْسِنَتِھِمْ یَحُوْطُوْنَہٗ مَادَرَّتْ مَعَایِشُھُمْ ، فَاِذَا مُحِّصُوا بِالْبَلَآءِ قَلَّ الدَّیَّانُوْنَ"

اب حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں جنہیں آپ دیکھ رہے ہیں، حالاتِ زمانہ بالکل تبدیل ہو چکے ہیں، برائیاں آشکار ہو کر سامنے آچکی ہیں، نیکیاں اور فضیلتیں رختِ سفر باندھ کر روانہ ہو چکی ہیں، انسانی فضائل اب اس قدر باقی رہ گئے ہیں جس قدر پانی کے برتن میں تلچھٹ رہ جاتا ہے، لوگ ذلت بار زندگی گزار رہے ہیں۔

آیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل سے روگردانی نہیں کی جارہی !!! ایسے حالات میں مومن کیلئے یہی بات زیادہ شائستہ ہے کہ وہ اپنے رب کی ملاقات کی تمنا کرے، کیونکہ میں ایسی حالت میں موت کو سعادت اور خوش بختی سمجھتا ہوں اور ظالم وستم پیشہ لوگوں کے ساتھ زندہ رہنا، ذلت ورسوائی جانتا ہوں۔

لوگ دنیا کے بندے ہیں، اور دین کو تو صرف چکھنے کی حد تک اپنائے ہوئے ہیں جو صرف ان کی زبان تک محدود ہے، جب تک ان کے دنیوی کام چلتے رہتے ہیں دین کا دم بھرتے رہتے ہیں لیکن جب آزمائش کی بھٹی سے گزرتے ہیں تو دیندار بہت کم رہ جاتے ہیں۔

بقول طبری امام عالی مقامؑ نے یہی خطبہ منزلِ ذو حُسَم پر بھی ارشاد فرمایا تھا، جبکہ دیگر مورخین نے اسی جگہ کا ذکر کیا ہے، ممکن ہے کہ وہاں پر ارشاد فرمایا ہو اور اس جگہ پر بھی۔

زُہیر بن قین کا خطاب:

بہرصورت امامؑ کا یہ خطبہ سن کر جناب زُہیر بن قین کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے:

"فرزند رسولؐ! ہم نے آپ کی فرمائشات کو سنا، اگر ہماری یہ دنیا ابدی ہوتی اور ہم بھی اس میں ہمیشہ زندہ رہتے، پھر بھی ہم آپ کے ساتھ قیام کو اور آپ کے قدموں میں موت کو ترجیح دیتے"

بُریر ہمدانی:

(وسیلۃ الدارین ص ۱۰۶) میں ہے کہ ابھی زُہیر کی تقریر ختم ہوئی ہی تھی کہ بریر بن خضیر ہمدانی کھڑے ہو گئے یاد رہے کہ بریر کا شمار حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب میں ہوتا ہے اور تابعین کی جماعت سے ان کا تعلق ہے، کوفہ کی جامع مسجد میں ''شیخ القراء'' کے لقب سے مشہور تھے، جس کے معنی ''رئیس الحفاظ'' کے ہیں، زُہد وتقویٰ اور اپنے مولاؑ کی اطاعت کے لحاظ سے شہرتِ تامہ رکھتے ہیں، قبیلہ ہمدان میں عزت وعظمت اور قدر و منزلت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

کہنے لگے:

''اے رسول خداؐ کے فرزند! اللہ نے ہم پر آپ ہی کے ذریعے احسان فرمایا ہے کہ ہم آپ کی رکاب میں دشمنانِ دین کے ساتھ جہاد کر رہے ہیں، اور اگر اس راستے میں ہمارے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو غم نہیں اس لئے کہ آپ کے جد بزرگوار رسالتمآبؐ بروز قیامت ہمارے شفیع ہوں گے''

نافع بن ہلال بَجلی:

بریر ہمدانی کی تقریر کے بعد نافع بن ہلال بَجلی کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے:

''اے رسول خداؐ کے فرزند! آپ جانتے ہیں کہ آپ کے نانا بزرگوار بھی اپنی محبت تمام لوگوں کے دلوں میں راسخ نہ کر سکے اور جس طرح آنحضرتؐ چاہتے تھے اسی طرح تمام دنیا ان کی فرمانبردار نہیں بنی، کیونکہ لوگوں میں کچھ منافق بھی موجود تھے، جو آنحضرتؐ کو اپنی مدد کا یقین تو دلاتے مگر عملی طور پر بے وفائی کا ثبوت دیتے، ایسے لوگ سامنے سے تو شہد سے زیادہ شیریں اور پیچھے سے حنظل یعنی ایلوے سے زیادہ تلخ ہوتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار رسالتمآبؐ کو اپنے جوارِ رحمت میں بلا لیا۔

اسی طرح آپ کے والد بزرگوار علی بن ابی طالبؑ تھے، کچھ لوگوں نے ان کی مدد کی انہوں نے ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگیں کیں، آخر کار وہ بھی اپنی زندگی کے دن پورے کر کے اس دنیا سے چلے گئے، اور رحمتِ خداوندی سے جا ملے، اور اس وقت ہمارے درمیان آپ کی بھی وہی کیفیت ہے جو آپ کے نانا اور بابا کی تھی۔

لہٰذا جس شخص نے آپ کے پیمان کو توڑا وہ خسارے میں ہوگا اور اپنا ہی نقصان کرے گا اور اللہ آپ کو اس سے بے نیاز کرے گا، ہم حاضر ہیں، آپ ہمیں مشرق یا مغرب جس طرف چاہیں لے چلیں خدا کی قسم ہمیں موت کا کوئی ڈر نہیں ہے، اور ہم ملاقات رب سے صرف ڈرتے ہی نہیں بلکہ خوشی کے ساتھ اس کیلئے تیار بھی ہیں اور ہم صدق دل اور پوری بصیرت کے ساتھ ہر اس شخص کے دوست ہیں جو آپ کا دوست ہے اور ہر اس شخص کے دشمن ہیں جو آپ کا دشمن ہے"

امامؑ کے نام ابن زیاد کا خط:

(الامام الحسینؑ واصحابہ، ص۲۲۲) میں ہے کہ، جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ امام عالی مقامؑ کربلا میں تشریف لا چکے ہیں تو اس نے امامؑ کو اس مضمون کا خط لکھا:

"...... مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کربلا میں پہنچ چکے ہو اور ___ نعوذ باللہ ___ امیر المومنین یزید نے لکھا ہے کہ "جب تک میں تمہیں ___ حسین علیہ السلام کو ___ موت کے گھاٹ نہ اتار دوں، اس وقت تک نہ اپنا سر تکیئے پر رکھوں گا اور نہ ہی سیر ہو کر کھانا کھاؤں گا" یا پھر میرے اور یزید بن معاویہ کے حکم پر عمل کرو والسلام"

امام علیہ السلام نے جب یہ خط پڑھا تو بڑی حقارت سے اسے زمین پر پھینک دیا، اور فرمایا:

"لَا اَفْلَحَ قَوْمٌ اِشْتَرَوا مَرْضَاتِ الْمَخْلُوقِ بِسَخَطِ الْخَالِقِ......مَالَهُ عِنْدِیْ جَوَابٌ ، لِاَنَّهُ حَقَّتْ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ"

جنہوں نے مخلوق کی خوشنودی کیلئے خالق کی ناراضی مول لے لی انہوں نے کبھی فلاح نہیں پائی۔

نامہ بر نے آپ سے خط کا جواب لینے کی درخواست کی تو فرمایا:

"مَالَهُ عِنْدِیْ جَوَابٌ ، لِاَنَّهُ حَقَّتْ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ"

میرے پاس ابن زیاد کے خط کا کوئی جواب نہیں ہے کیونکہ اس پر خدا کا عذاب لازم اور ثابت ہو چکا ہے، اس لئے کہ اس نے خداوند عالم کے ساتھ جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔

جب ایلچی ابن زیاد کے پاس واپس گیا اور سارا ماجرا بیان کیا تو وہ امامؑ پر سخت برہم ہوا اور عمر بن سعد کی طرف دیکھ کر اسے امام علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا۔

عمر بن سعد جو ''رے'' کی حکومت کا امیدوار تھا، امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ سے عذر خواہی کی، ابن زیاد نے کہا: ''تو پھر رے کی حکومت کا حکم نامہ واپس کرو''

______ رے کی حکومت کا پس منظر یہ ہے چونکہ دیلمیان نے ''رے'' پر قبضہ کرلیا تھا، اور یہ علاقہ ابن زیاد کی قلمرو سے نکل چکا تھا لہٰذا اس نے عمر سعد کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ وہ علاقہ واپس لینے کیلئے رے کی حکومت کا حکم نامہ جاری کیا تھا کہ وہ ''دستبیٰ'' جا کر پورے علاقے کو دیلمیوں سے واپس لے کر اس کا نظم ونسق خود سنبھالے، اور دستبیٰ، ہمدان اور ''رے'' کے درمیان ایک وسیع علاقے پر مشتمل جگہ کا نام ہے جسے عوام الناس ''دشتابیٰ'' بولتے ہیں ______

(مقتل الحسین مقرم) کے مطابق، چونکہ ابن زیاد کے حکم نامہ کے مطابق عمر بن سعد رے کی طرف جانے کیلئے کوفہ کے مقام ''حمام اعین'' میں تیاریوں میں مصروف تھا کہ اسی دوران ابن زیاد کو کوفہ میں اطلاع ملی کہ امام حسین علیہ السلام کوفہ کی جانب آرہے ہیں، اس نے عمر سعد کو حکم دیا کہ: ''پہلے حسینؑ کی طرف جاؤ، جب اس ماموریت سے فارغ ہوجاؤ گے تو پھر رے کی طرف جانا''

چونکہ رے سے انصراف اس کیلئے سخت ناگوار تھا اس لئے اس نے ابن زیاد سے کہا: ''آپ مجھے آج کیلئے مہلت دیں تاکہ اس بارے میں سوچ بچار کرلوں''

مورخین لکھتے ہیں کہ عمر سعد ابتدائے شب سے سحر تک اس بارے میں غور وفکر کرتا رہا، اور کہتا تھا:

ءَ اَتْرُکُ مُلْکَ الرَّیِّ وَالرَّیُّ رَغْبَتِی ___ اَمْ اَرْجِعُ مَذْمُوْمًا بِقَتْلِ حُسَیْنٍ

وَفِی قَتْلِهِ النَّارُ الَّتِی لَیْسَ دُوْنَهَا ___ حِجَابٌ وَّ مُلْکُ الرَّیِّ قُرَّةُ عَیْنِی

آیا میں رے کی حکومت کو چھوڑ دوں؟ حالانکہ یہ میری آرزو ہے، یا پھر حسین کو شہید کرکے مذمت بھری حالت میں واپس لوٹ جاؤں امام حسین علیہ السلام کے قتل (کے بدلے) میں آگ ہے جس سے راہ فرار نہیں ہے اور رے کی حکومت بھی میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

اس نے پھر یہ سارا ماجرا صاحبان حل وعقد کے سامنے رکھا، سب نے اسے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے سے روکا، حمزہ بن مغیرہ اس کا بھانجا ہوتا تھا، اس نے کہا:

''آپ کو خدا کا واسطہ! آپ اس ارادے سے باز آجائیں کیونکہ امامؑ کے ساتھ جنگ خدا کی نافرمانی اور قطع رحمی کے زمرے میں آتی ہے، خدا کی قسم! اگر تمام دنیا آپ کے اختیار میں دے دی جائے اور

پھر واپس لے لی جائے وہ بہتر ہے اس بات سے کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں اس حالت میں پیش ہوں
کہ آپ کے ہاتھ، خونِ حسین بن علیؑ سے رنگین ہوں''
یہ سن کر عمر سعد نے کہا: ''انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا''

عمار بن عبداللہ:

(تاریخ طبری جلد ۵ ص ۴۰۹ میں ہے کہ) عمار بن عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ''میں عمر بن سعد کے پاس اس وقت پہنچا جب وہ کربلا جانے کی تیاری میں مصروف تھا، اس نے مجھے کہا ''امیر____ یعنی ابن زیاد____ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حسینؑ کی طرف کربلا جاؤں!'' یہ سن کر میں نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا: ''اس قصد سے باز آجاؤ'' جونہی میں اس کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا تو ایک شخص میرے پاس آکر کہنے لگا: ''عمر سعد لوگوں کو امام حسین (ع) کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے بلا رہا ہے'' میں پھر اس کے پاس گیا، اس وقت وہ بیٹھا ہوا تھا، جونہی اس نے دیکھا، تو فوراً مجھ سے منہ پھیر لیا، جس سے میں سمجھ گیا کہ وہ اپنے ارادے سے باز نہیں آئے گا، چنانچہ عمر بن سعد، ابن زیاد کے پاس گیا اور اس سے عرض گزار ہوا!

> ''آپ نے میرے ذمے یہ کام لگایا ہے اور اس کے بدلے میں ''رے'' کی حکومت دی ہے، اور لوگوں کو بھی اس کا علم ہو گیا ہے، البتہ اس بارے میری یہ خواہش ہے کہ کوفہ کے کچھ سردار ہیں جن کا اس جنگ میں میرے ساتھ ہونا ضروری ہے، آپ انہیں بلا کر میرے ہمراہ کر دیں''۔

پھر اس نے ان سرداروں کے نام بھی بتائے، جسے سن کر ابن زیاد نے کہا:

> ''ہم تمہارے ساتھ کس کو بھیجیں، کس کو نہ بھیجیں، اس بارے میں ہم نے تم سے کوئی رائے نہیں لینی، اگر تم اسی موجودہ لشکر کے ساتھ اپنے فریضہ سے عہدہ برآ ہو سکتے ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ رے کی حکومت سے اپنے آپ کو فارغ سمجھو!!'' عمر سعد نے جب ابن زیاد کا یہ جواب سنا تو کہا: ''ٹھیک ہے میں جاؤں گا''